Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.21802936

# Post-Truth Era and the Moral Responsibility of the Writer

## "پوسٹ ٹروتھ عہد اور ادیب کی اخلاقی ذمہ داری"

**Dr. Samia Komal**
Assistant professor Department of Urdu Emerson University Multan
samia.komal@eum.edu.pk
**Prof. Dr. Imtiaz Hussain Baloch**
Chairman, Department of Urdu, University of Southern Punjab, Multan
imtiazhussain@usp.edu.pk
**Nida Saeed**
PhD Scholar Urdu University of Southern Punjab, Multan
**Corresponding Author:* nidasaeed506@gmail.com

**Abstract**
*The twenty-first century has increasingly been identified as the era of post-truth, in which objective facts have lost their centrality and are often overshadowed by personal beliefs, emotional reactions, and dominant narratives. In such a context, the boundaries between truth and falsehood become blurred, while reality is increasingly shaped by media discourse, digital algorithms, and so-called alternative facts. This paper examines the moral responsibility of the writer within this post-truth condition. It explores the concept of post-truth through the theoretical perspectives of Jean Baudrillard's hyperreality and Michel Foucault's regime of truth, while also drawing upon the literary and critical insights of George Orwell, Saadat Hasan Manto, Faiz Ahmed Faiz, Mirza Athar Baig, Gopi Chand Narang, and Nasir Abbas Nayyar. The study argues that literature in the post-truth era is not merely a medium of narration, but a vital space for preserving human conscience, ethical awareness, and truth. It contends that the writer's role extends beyond recording events; rather, the writer must resist propaganda, purify language from ideological distortion, amplify marginalized voices, expose fabricated narratives of power, and safeguard human truth. In this way, the writer emerges as an ethical guardian, an intellectual resistor, and a protector of human dignity in an age of epistemic uncertainty.*

**Keywords**: *Post-truth, Moral Responsibility of the Writer, Hyperreality, Regime of Truth, Narrative, Truth, Literature and Ethics, Michel Foucault, Jean Baudrillard, Urdu Literature*

انسانی تاریخ میں ہر عہد کو کسی نہ کسی فکری یا فنی تحریک سے منسوب کیا گیا۔ لیکن اکیسویں صدی کا یہ دور **"مابعد صداقت یا پوسٹ ٹروتھ عہد "** کہلاتا ہے۔ یہ وہ عہد ہے جہاں معروضی حقائق کے مقابلے میں ذاتی عقائد اور عوامی جذبات کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ اس پر آشوب دور میں جہاں سچ اور جھوٹ کی سرحدیں مٹ رہی ہیں، سوال نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ ایک ادیب، جو اپنی طور پر حق کا نقیب کہلاتا ہے، اس کی اخلاقی ذمہ داری کیا ہے؟

**"پوسٹ ٹروتھ "** کی اصطلاح اگرچہ نئی نہیں ہے مگر اردو ادب میں یہ اصطلاح تو استعمال ہوئی زیادہ نظر نہیں آتی، مگر ہمارے فکشن اور شاعری میں اس کا عملی مظاہرہ یکساں دکھائی دیتا ہے۔

پوسٹ ٹروتھ یا مابعد صداقت یا حقیقت کی اصطلاح کو سمجھنے میں ایک فرانسیسی نقاد ژاں بودریار کا تصور یا **سیمولی کریلٹی یا ماورائے حقیقت** بہت مدد دیتا ہے۔

سادہ الفاظ میں اس کا مطلب ایک ایسی حالت ہے جس میں شعور حقیقی دنیا اور خیالی یا مصنوعی دنیا، جسے میڈیا گیمز اور سوشل میڈیا کے درمیان فرق کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس صورتحال میں نقل اصل سے زیادہ حقیقی لگتی ہے۔

"It is the generation by models of a real without origin or reality: a hyperreal." (1)

یعنی اصل یا حقیقت کے بغیر ایک ایسی حقیقت کے ماڈلز کی تخلیق، جسے ہائپر ریئل یا ماورائے حقیقت کہتے ہیں۔ ماورائے حقیقت یا مابعد صداقت کسی تھیوری یا تحریک کا نام نہیں بلکہ ایک صورتحال ہے، جسے آکسفورڈ ڈکشنری میں 2016 کو **پوسٹ ٹروتھ** قرار دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے مابعد صداقت یا پوسٹ ٹروتھ عہد انسانی ضمیر کی آزمائش کا عہد ہے۔ یہاں سچ مرتا نہیں بلکہ اسے متبادل حقائق کے ملبے تلے دبا دیا جاتا ہے۔

اردو ادب میں پوسٹ ٹروتھ کی اصطلاح اگرچہ نئی ہے لیکن اس کے اثرات اور اسلوب ہمیں مختلف ادوار کے تخلیق کاروں اور نقادوں کے ہاں ملتے ہیں۔ پوسٹ ٹروتھ عہد کی خاصیت یہ ہے کہ یہاں حقیقت سے زیادہ بیانیہ اور احساس کو اہمیت دی جاتی ہے۔ ذیل میں ان ادیبوں اور نقادوں کا تفصیلی ذکر ہے جنھوں نے اس تصور کو عملی اور نظریاتی طور پر برتا ہے۔ جارج آرویل ناول 1984 میں دکھایا ہے کہ کیسے ریاست الفاظ کے معنی بدل کر عوام کے سوچنے کی صلاحیت چھین لیتی ہے۔

**"اگر فکر زبان کو بگاڑتی ہے تو زبان بھی فکر میں بگاڑ پیدا کر سکتی ہے۔(2) "**

مشل فوکو کے نظریات بھی پوسٹ ٹروتھ یا مابعد حقیقت کے عہد کو سمجھنے کی بنیادی کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اگر میں فوکو کا نقطۂ نظر آج کی ماورائے حقیقت صورتحال پر منطبق کروں تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

**سچ کا وجود بمقابلہ سچ کی تخلیق:** فوکو کا بنیادی دعویٰ یہ تھا کہ سچ کوئی آسانی چیز نہیں ہے جو کہیں باہر موجود ہے اور ہمیں اسے ڈھونڈنا ہے، بلکہ سچ تیار کیا جاتا ہے۔ آج کے دور میں طاقتور ادارے، میڈیا، ریاست، کارپوریٹ بیانیے کی بدولت طے کرتے ہیں کہ عوام کس بات کو سچ مانے۔ یعنی حقیقت وہ نہیں ہے جو منطق یا شواہد سے ثابت ہو بلکہ وہ جو سوشل میڈیا کے الگورتھم اور سیاسی بیانیے کے ذریعے بار بار دہرائی جائے۔ یہاں **فوکو کا نظامِ حقیقت** پوری طرح صادق آتا ہے۔

**معروضی سچائی کا خاتمہ:** پوسٹ ٹروتھ کی خصوصیت یہ ہے کہ اب حقائق سے زیادہ اہمیت جذبات اور ذاتی عقائد کو دی جاتی ہے، جبکہ فوکو کے مطابق:

**"کوئی عالمگیر سچائی نہیں ہوتی، صرف تناظر ہوتے ہیں۔(3) "**

اردو ادب میں بھی بہت سارے ادیبوں نے اسی نظریے کی ترجمانی کی۔

اس کی سب سے بڑی اور تازہ مثال **مرزا اطہر بیگ** کے ناول **"صفر سے ایک تک "** میں نظر آتی ہے۔

**ناصر عباس نیر** کی نظموں میں یہ احساس ملتا ہے کہ زبان اب سچائی بیان کرنے کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ یہ طاقت کا ایک ہتھیار بن چکی ہے، جس کے ذریعے سچ کو چھپایا جاتا ہے۔

اردو میں علمی اور تنقیدی حوالے سے پوسٹ ٹروتھ پر مستقل کتابیں کم ہیں۔ لیکن اس نظریے کے اجزاء، بیانیہ، طاقت اور مابعد جدیدیت پر بہترین مواد موجود ہے۔ **جدیدیت، مابعد جدیدیت اور مشرقی شعریات، لسانیات اور تنقید، اردو ادب کی تشکیل جدید** اور مابعد جدیدیت کے تناظر میں لکھی جانے والی کتب اس ضمن میں اہمیت کی حامل ہیں۔

اردو تنقید میں ان نظریات کا اطلاق خاص طور پر مابعد نو آبادیات اور مابعد جدیدیت کے تناظر میں ہوا ہے۔ ڈاکٹر **ناصر عباس نیر** نے فوکو کے **آثار قدیمہ** اور **شجرۂ نسب** کے طریقوں کو اردو ادب کی تاریخ پر منطبق کیا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ نو آبادیاتی دور میں جدید اردو ادب کی تشکیل دراصل برطانوی طاقت کے بیانیے کا حصہ بھی ہے۔ (4)

**گوپی چند نارنگ** نے یہ بحث اٹھائی کہ متن کے معنی کبھی حتمی نہیں ہوتے، جو پوسٹ ٹروتھ کے **کثرتِ حقیقت** کے تصور کی راہ ہموار کرتی ہے۔

**مرزا اطہر بیگ** کا ناول **"غلام باغ"** مابعد صداقت کی صورتحال یوں واضح کرتا ہے کہ کیسے طاقت سچائی کو مسخ کر کے ایک نیا بیانیہ بناتی ہے۔ خاص طور پر اس حوالے سے آثارِ قدیمہ کی کھدائی والا حصہ اسی زمرے میں مدد کرتا ہے۔(5)

اسی طرح **منٹو** کے ہاں پوسٹ ٹروتھ عہد کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ خاص طور پر افسانہ **"ٹوبہ ٹیک سنگھ "** میں پاگل خانے کی تقسیم کا حکم نامہ وہ بیانیہ ہے جس کے سامنے **بشن سنگھ** کی انفرادی حقیقت دم توڑ دیتی ہے۔

غرض اس ساری بحث کے تناظر میں مقالے کے شروع میں اٹھائے گئے سوال کہ اب اس مابعد صداقتی دور میں ایک ادیب کی اخلاقی ذمہ داری کیا ہے؟

اس حوالے سے چند نکات پیشِ خدمت ہیں:

**1۔** جب سچائی دھندلا جائے تو ادیب کا کردار محض بیان کنندہ کا نہیں رہتا بلکہ وہ اخلاقی نگہبان یا ادبی محافظ بن جاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جو تاریخ کے جبر کا شکار رہے۔ سارتر کے نزدیک ادیب اس صورتحال میں اگر خاموش ہے تو وہ بھی اس جھوٹ میں شریک ہے جو سماج میں پھیلایا جا رہا ہے۔

**2۔** ادب اور انسانیت کی سچائی واضح کرنا ادیب کا کام ہے۔ کیونکہ ادب کا سچ دستاویزی سچ سے مختلف ہوتا ہے، مگر اس کی جڑ میں انسانی ہمدردی اور اخلاقی دیانت ہونی چاہیے۔ ادیب کا فرض ہے کہ وہ پروپیگنڈا اور حقیقت کے درمیان لکیر کھینچے۔ وہ سیاسی یا گروہی بیانیے کا حصہ بننے کی بجائے انسانی جوہر کی ترجمانی کرے، جیسا کہ منٹو نے اپنے عہد کے تلخ حقائق کو بغیر کسی ملمع سازی کے پیش کیا۔

**3۔** اخلاقی طور پر ادیب کا غیر جانبدار ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا مظلوم کے حق میں کھڑا ہونا لازمی ہے۔ پوسٹ ٹروتھ عہد میں طاقت کا بیانیہ ہی سچ مانا جاتا ہے۔ ادیب کا کام ان آوازوں کو جگہ دینا ہے جنہیں ڈیجیٹل شور میں دبا دیا گیا ہے۔

**4۔** ادیب لفظوں کا امین ہوتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ زبان کو پروپیگنڈے کی آلودگی سے پاک کرے۔ الفاظ کو ان کے اصل معنوں میں استعمال کرنا اور ابہام کے بجائے وضاحت پیدا کرنا ایک بڑی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ مثلاً **"جنگ کو امن پیغام"** اور بے ہودگی و بے شرمی کو روشن خیالی، اور معاشی استحصال کو ترقی جیسے الفاظ دے کر غلط بیانیہ کا پردہ چاک کرنا وغیرہ اس زمرے میں آتا ہے۔

اس حوالے سے **فیض** کا نام نمایاں ہے کہ انہوں نے چشمِ غم اور پائے زنجیر کے باوجود سچ کہنے کی روایت برقرار رکھی۔ **کرشن چندر** اور **بیدی** نے فسادات کے تیار کردہ سچ کے مقابلے میں انسانیت کا سچ پیش کیا۔

**5۔** مابعد صداقت یا پوسٹ ٹروتھ عہد دراصل ادیب کے لیے ایک کڑا امتحان ہے۔ کیونکہ ادیب کا کام صرف **معلومات** فراہم کرنا نہیں بلکہ اس معلومات سے دانش کشید کرنا ہے۔ اس طرح ادیب کو ہجوم کی آواز میں آواز ملانے کی بجائے پوشیدہ سچائی کا ساتھ دینا چاہیے۔

**6۔** مابعد صداقت یا پوسٹ ٹروتھ عہد ہمیں **پوسٹ ہیومن** یا مابعد انسانی دور میں دھکیل رہا ہے، جہاں معروضیت کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور وہاں جھوٹ اور سچ کی کوئی بحث ہی نہیں رہے گی۔ وہاں سچ کی تصدیق حقائق کے بجائے الگورتھم کرے گا۔ وہاں ہم اپنی مرضی کے بجائے اپنی مائنڈ کے مطابق سوچیں گے۔ یہ ذہنی غلامی کی ایسی بھیانک شکل ہوگی جس میں زنجیریں بھی نظر نہیں آئیں گی۔

ادیب کا فرض ہے کہ وہ اس دور کے شروع ہونے سے پہلے اپنی یا اس ڈیجیٹل سنہری کے سامنے اپنے آپ کو ایک باغی مورخ کے طور پر پیش کرے، کیونکہ الگورتھم کا پورا فلسفہ پیش گوئی پر مبنی ہے۔ وہ آپ کا ماضی دیکھ کر آپ کے مستقبل کا فیصلہ کرتا ہے اور آپ کو بطور نمبر یا پراڈکٹ دکھاتا ہے۔

ایسے میں ادیب کو چاہیے کہ وہ انسانی تضادات کو سامنے رکھے اور یہ یاد رکھے کہ انسان کوئی منطقی مشین نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ایسی ہستی ہے جو عین خوشی کے لمحے میں رو سکتی ہے، اور عین تباہی کے دہانے پر ہنس سکتی ہے۔

**7۔** ادیب کو ایسے خلا کی تیاری کرنی چاہیے جو انسان کے لیے ایسا پرسکون گوشہ ہو جہاں اسے کسی **سین آپٹیکون** یعنی خود نگرانی کا احساس نہ ہو اور وہ اپنی رُوح کے ساتھ وقت گزار سکے۔

غرض پوسٹ ٹروتھ عہد دراصل انسانی آزمائش کا عہد ہے، جہاں سچ نہیں مرتا بلکہ اسے **"متبادل حقائق"** کے ملبے تلے دبا دیا جاتا ہے۔ ایک ادیب کا قلم اس ملبے کو ہٹانے کا اوزار ہے۔ اگر ادیب نے بھی وہی لکھا جو الگورتھم لکھتا ہے، تو ادیب تاریخی مجرم ٹھہرے گا۔ کیونکہ اس کا کام سچ کو پہچاننا نہیں، **بچانا** ہے۔

**حوالہ جات**


1. Joan Baudrillard, (Sheila Faria Glaser Eng. Translator of Simulacra and Simulation), Michigan Press, Ann Arbor, Michigan, 1984/1994, Page # 01.
2. George Orwell, 1984, Secker & Warburg/Penguin Books, London, 1949, Page # 312-326.

3. Michel Foucault, The Archaeology of Knowledge, Routledge, London, 1972, Pg # 191, 192.

4. ناصر عباس نیر، مابعد نو آبادیات: اردو کے تناظر میں، انجمن ترقی اردو، کراچی، 2006ء، ص6۔

5. مرزا اطہر بیگ، غلام باغ، سانجھ پبلیکیشنز، لاہور، 2004، (چوتھا باب)۔

SCRR